ایک شیعہ صوفی: سید حسین خنگ سوار

پروفیسر عراق رضا زیدی

ہندوستان میں مسلمانوں کی حکومت کا آغاز محمد بن قاسم کے حملے سے ہوتا ہے جو عرب تھا اس کے ساتھ آنے والوں میں صرف لشکری تھے صوفیوں کا کوئی وجود نہیں ملتا۔ اس کے علاوہ عرب اور ہندوستان کے درمیان مذہبی، تجارتی اور سیاسی تعلقات قبل اسلام بھی استوار تھے، لیکن عربوں کے مقابلے یہ تعلقاتی سلسلہ ایران اور ہندوستان کے درمیان زیادہ مستحکم اور پائیدار رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عرب سندھ سے آگے قدم نہیں بڑھا سکے جبکہ محمود غزنوی کے ۳۹۰ھ سے ۴۲۱ھ تک کے سترہ حملوں کا اثر آج تک باقی ہے۔ یہ اثر غزنوی تلوار کی بنا پر نہ ہو کر اس کے ساتھ اور اس کے بعد آنے والے ایران اور وسط ایشیا کے صوفیوں کی حکمت عملی یا عادات وخصلت کا نتیجہ ہے۔ کیوں کہ ہندوستان میں ایک خدا سے محبت وعشق کی سرگرمی رشیوں، منیوں کے کرداروں میں رچی بسی تھی۔ اُپنشد کے مطابق:

ترجمہ: اللہ ایک ہے، دونہیں ہیں۔ اور ایسا (یعنی دو یا دو سے زیادہ) ہو بھی نہیں سکتا در اصل اُپنشد کا یہ جملہ ''لا الہ الا اللہ'' کا آزاد ترجمہ ہے۔ اس کے باوجود ہندوستان میں بت پرستی آتش پرستی کے ساتھ ہر اس سے شے کی پوجا ہو رہی تھی جو یا تو طاقتور تھی یا سود مند۔ ہندوستان میں صوفیوں کی آمد کا سلسلہ محمود غزنوی کے دور میں شروع ہو چکا تھا۔ شیخ حسن زنجانی، شیخ حسین زنجانی، ابو مودود چشتی، معین الدین اور ابو الفرح واسطی کے نام اسی دور سے وابسطہ ہیں۔ کہتے ہیں کہ شیخ حسین زنجانی کا جس دن انتقال ہوا اسی روز شیخ علی بن عثمان ہجویری المعروف بہ داتا گنج شکر وارد ملتان ہوئے۔ اس کے بعد انہوں نے لاہور کو اپنا مسکن بنایا اور یہیں تصوف کی پہلی معرکۃ الآرا کتاب کشف المحجوب تحریر کی۔ حضرت معین الدین چشتی اجمیری انہیں کی قبر پر چلہ کھینچنے کے بعد اجمیر کی رونق دوبالا کرنے آئے تھے لیکن حضرت معین الدین چشتی سے قبل ہی یہاں سید حسین خنگ سوار اپنے وجود کا احساس دلا کر خدمت دین انجام دیتے ہوئے شہید ہو چکے تھے جن کا مزار تارہ گڑھ میں ہے جو اس سرزمین کا پہلا مزار اور خانقاہ ہے۔

سید حسین خنگ سوار کو اکثر مورخ اور مصنف سید حسن خنگ سوار کے نام سے بھی یاد کرتے ہیں۔ فیروز اللغات حصہ اول میں خواجہ سید حسن خنگ سوار کے معنی اس طرح تحریر ہیں ۔

"ایک ولی کا نام اور لقب جنہوں نے شیوع اسلام کے ابتدائی زمانے میں اجمیر کے قریب شہادت پائی کیوں کہ ان بزرگ کی سواری کا گھوڑا خنگ یعنی نقرہ تھا۔ اس لئے خنگ سوار کہلائے۔" ۲؎

سید حسین خنگ سوار کے جد ابو الفرح واسطی ۱۰۰۶ء میں محمود غزنوی کے ساتھ ہندوستان وارد ہوئے تھے ۔ ایک طرف محمود غزنوی جہاں لوٹ پاٹ اور حکومت بڑھانے میں مصروف تھا وہیں دوسری طرف اس کے ستائے ہوئے غریب انسانوں کے زخموں پر مرحم رکھنے کا کام صوفیائے کرام کررہے تھے جن میں سے ایک ابو الفرح واسطی بھی تھے۔ جیسا کہ صغیر احمد صدیقی نے لمحے لمحے کے قلم نمبر میں تحریر کیا ہے۔

"بادشاہ محمود غزنوی کے ہمراہ حضرت ابو الفرح واسطی ہندوستان آئے اور حضرت ابو الفرح واسطی ہی وہ شخصیت ہیں جن کے سبب ملک میں پیری مریدی کو بے حد فروغ ملا۔" ۳؎

پیری مریدی کے فروغ ملنے سے نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ اس دور کے عام انسان وہ چاہے کسی بھی مذہب کے ہوں ابو الفرح واسطی کے مرید ہورہے تھے ۔ پنجاب اور کشمیر میں یہ سلسلہ آج بھی جاری ہے کہ ہر مذہب کے لوگ عام سید کے بھی مرید ہوجاتے ہیں ۔ پھر کسی صوفی کا کہنا ہی کیا ۔ ابوالفرح واسطی کی طرح اسی وقت نہ جانے کتنے صوفی رہے ہوں گے جو فاتح لشکر کی تلوار سے زخمی لوگوں کے دلوں پر اپنی میٹھی بولی سے مرہم لگا رہے تھے وہ دین دکھیوں کے دلوں کی باتوں کو سنتے اور ان کی مشکلات کا حل کرنے کی کوشش کرتے۔ بھوکوں کو کھانا کھلاتے تو بیماروں کے لئے صحت یاب ہونے کی دعا بھی کرتے اور انہیں دوا بھی دیتے۔ ان کی دعاؤں میں اثر تھا یوں تو "صوفی" لفظ کی تعریف الگ الگ صوفیوں اور دانشوروں نے کی ہے جن سے کتابوں پر کتابیں بھری جاسکتی ہیں۔لیکن راقم کی نظر میں۔"صوفی وہ ہے جس سے کسی بھی انسان یا مخلوق خدا کو کسی طرح کا کوئی رنج نہ پہنچے۔ جسے دیکھ کر لوگ انوکھی خوشی کا احساس کریں۔"

جیسا کہ پہلے بھی لکھا جاچکا ہے کہ محمد بن قاسم کے ساتھ کوئی صوفی نہیں تھا ۔ کیوں کہ صوفیوں کی باقاعدہ آمد کا سلسلہ ایران کے زیر اثر ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ غزنوی دور حکومت میں ہی ہندوستان میں صوفیوں کا آنا جانا شروع ہوا۔ جیسا کہ محمد اکرام نے بھی تحریر کیا ہے۔

''عہد غزنویہ میں پاکستان (قدیمی ہندوستان) کے جس شہر نے سب سے زیادہ شہرت پائی وہ لاہور تھا.... اب صرف عرب سے ہی نہیں بلاد اعظم سے بھی علماء ومشائخ آنے شروع ہوگئے تھے''۔ ۴

یہی وجہ ہے کہ اس سرزمین پر سب سے پہلے آنے والے صوفی صفی الدین گا ذرونی ۹۲۶ء تا ۱۰۰۷ء اچہ کا نام حفیظ الرحمٰن بھاول پوری نے اپنی کتاب میں درج کیا ہے۔

''صفی الدین مشہور صوفی بزرگ خواجہ ابو اسحاق گاذرونی کے مرید اور خواہر زادے تھے۔ سترہ برس کی عمر میں اچہ تشریف لائے اور ۱۰۰۷ء میں وفات پاگئے''۔ ۵

صفی الدین کے بعد شاہ یوسف ملتانی ۴۶۲ھ/ ۱۰۴۰ء سے ۵۴۷ھ/ ۱۱۵۲ء کا وصال ہوا۔ ملتان میں ہی ان کا مزار بھی ہے۔ شیخ اسمٰعیل لاہوری کا مزار بھی لاہور میں ہے۔ لاہور میں یہ مزار کسی صوفی کا پہلا مزار ہے۔ ان کے بعد ہی حضرت داتا گنج بخش کی وفات ۴۶۵ ھ/ ۱۰۷۲ء لاہور میں ہوئی اور یہیں سے صوفیوں کے سلسلے کا آغاز ہوا۔ پنجاب کے بعد باقی ہندوستان میں صوبۂ راجستھان کو ہی یہ فخر حاصل ہے کہ ''سلطان الہند'' کے خطاب سے پکارے جانے والے حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیر تشریف لائے۔ جن کی شخصیت بنا قید مذہب وملت نہایت عظیم ہے۔ ان کے مزار پر ہر مذہب کے لوگ مرادیں مانگتے، پاتے اور چادریں چڑھاتے ہیں۔ فقیر سے راجہ تک اس آستانے پر سر جھکاتے ہیں لیکن خواجہ صاحب سے پہلے ہی اجمیر میں سید حسین خنگ سوار تشریف لا چکے تھے۔ جن کی شہادت ۵۹۷ھ میں ہوگئی تھی۔ راجستھان کے مشہور شہر اجمیر کے ایک اوپری حصے تارہ گڑھ میں یہ کسی صوفی کا پہلا مزار بنا تھا جس پر آپسی بھائی چارے کی مثال اس وقت سے آج تک قائم ہے۔ وقائع راجپوتانہ کے مصنف بابو جوالا سہائے عدالتی ریاست بھرت پور جو انگریزوں کے اشارے پر راجستھان کے حالات لکھ رہے تھے وہ سید صاحب کے بارے میں رقم طراز ہیں۔

'' تارہ گڑھ میں میران صاحب کی درگاہ ہے یہ میران حسین شہاب الدین غوری کے رسالدار تھے۔ اجمیر فتح ہوئی تب ان کو یہاں قلعہ دار کیا بعد ازاں راجپوتوں نے شبخون مارا اور ان کو قتل کیا۔ دوسرے روز دیگر ملازمان شاہی نے ان کو وہیں دفن کیا چونکہ مسلمانوں میں اکثر مرنے کے بعد پیر ہوجاتے ہیں۔ میران صاحب کے مزار کی پرستش اور زیارت ہونے لگی۔ جبار خاں نے اکبری عہد میں درگاہ بنوائی اور دیگر مکانات سندھیا کی عملداری میں تیار ہوئے۔ خصوصاً گمان جی راو نے کئی

مکان تعمیر کرائے۔ اس درگاہ کی جاگیر میں تین گاؤں ہیں دو مغلیہ سلطنت کے زمانے سے اور ایک سندھیا کا عطیہ ہے۔ یہاں بھی رجب کے مہینے میں عرس ہوا کرتا ہے اور اکثر رسوم مثل درگاہ خواجہ صاحب ادا ہوتی ہیں۔[۶]

انگریزوں کی شہ پر انہیں کو خوش کرنے کے لئے لکھا گیا وقائع راجستھان بھی اس امر کی شہادت دے رہا ہے کہ سید حسین خنگ سوار ہندو مسلم اتحاد اور یگانگت کے عکاس تو تھے ہی بلکہ ان کے یہاں چھوٹے بڑے کا بھی کوئی امتیاز نہیں تھا۔ بادشاہ سے لیکر فقیر تک ان کی ذات بابرکات سے مالا مال ہوتے رہے ہیں۔

سیر الاولیاء میں حضرت سلطان المشائخ کے زبانی یہ جملہ ملتا ہے۔'' کہ جب خواجہ بزرگ اجمیر تشریف لائے تو اس وقت رائے پتھورا ہندوستان کا بادشاہ اجمیر میں رہتا تھا'' [۷]

سیر الاقطاب میں بھی خواجہ معین الدین چشتی کے احوال میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک حکم کا تذکرہ کیا ہے۔ جس سے یہاں سید حسین کی عظمت کا پتہ چلتا ہے وہیں رسول خدا سے ان کی قربت کا علم بھی حاصل ہوتا ہے۔ وہ لکھتا ہے۔

'' آن حضرت می فرماید کہ معین الدین تو عین دین مائی ولیکن ترا بہ ہندوستان باید رفت ودر آنجا مقامیست اجمیر نام آنجا از فرزندانم سید حسین نام بہ نیت غزوہ وجہاد رفتہ بود اکنون اوشہید شدہ است۔ وباز آن مقام بدست کفار آمدہ بہ یمن قدومت در آنجا اسلام آشکار خواہد شدو کافران مقہور گردند۔[۸]

اور جب خواجہ صاحب وہاں پہنچے تو انہوں نے دیکھا۔

''القصہ چون آنحضرت بہ رانا ساگر سکونت نمود شخصے بعرض رسانید کہ یا حضرت این ہمان مقام است کہ سید حسین خنگ سوار وقتیکہ بہ تسخیر این دیار آمدہ بود ودر اینجا بسری برود این حوض راہمان مرتضوی انتساب نمودہ۔ حضرت خواجہ فرمود الحمد اللہ تعالیٰ کہ بر ملک برادر خود متصرف شدم۔''[۹]

سیر الاقطاب کے علاوہ سید حسین کی سوانح میں اکثر اخبار الاخیار تصنیف شیخ عبد الحق محدث دہلوی کا حوالہ بھی دیا جاتا ہے افسوس کی بات ہے کہ اس کتاب میں سید حسین پر ایک لفظ بھی نہیں لکھا گیا ہے۔ اس دور کے صوفیوں یعنی طبقۂ اول میں صرف حضرت خواجہ معین الدین چشتی، خواجہ بختیار کاکی، شیخ بہاؤ الدین محمد ذکریا، سید نور الدین مبارک، شیخ حمید الدین، قاضی حمید الدین ناگوری، شیخ جلال الدین تبریزی، شیخ نظام الدین ابو الموید جیسے اکیس صوفیوں کا تذکرہ ملتا ہے۔ اکثر

خواجہ معین الدین چشتی کے احوال میں خنگ سوار کا تذکرہ مل جاتا ہے لیکن اس کتاب میں وہاں بھی کوئی ذکر سید حسین کا نہیں ہے۔ طبقہ سوم میں ایک صوفی شیخ حسین کا نام درج ہے جن کا زمانہ ۹۱۴ھ سے ۱۰۰۵ھ تک کا ہے جب کہ خنگ سوار کی شہادت تقریباً چارسو سال قبل ہوچکی تھی۔ اس طرح ایک اور شیخ حسین طبقہ دوم میں ہیں۔ یہ سید حسین خنگ سوار نہیں ہیں۔ دراصل اس کتاب میں کسی ایسے صوفی کا ذکر نہیں ہے جس کے پاس امارت رہی ہو خود شیخ محدث دہلوی بادشاہوں اور امیروں سے ملنے میں احتیاط کے قائل تھے۔ حالانکہ سیر الاقطاب میں خنگ سوار کو خواجہ معین الدین چشتی سے یہ کہہ کر افضل بتانے کی کوشش کی ہے کہ ''معین الدین تو میرے دین کی آنکھ یعنی دین پھیلانے والا ہے لیکن سید حسین کے لئے رسول خدا کا یہ کہنا کہ وہ میرا بیٹا ہے۔'' اور یہ بات سبھی جانتے ہیں کہ بیٹا اور وہ بھی متقی۔ پرہیز گار اور جہادی ہوتو اپنے جد کی نظر میں سب سے پیارا ہوتا ہے۔ سید حسین خنگ سوار میں یہ ساری خصوصیات کراماتی حدود تک دکھائی دیتی ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ اکثر عرفان وتصوف پر لکھے جانے والے صوفیوں کے حالات میں ان کا ذکر نہیں ملتا۔ البتہ تاریخ کی کتابوں میں محمد غوری اور قطب الدین ایبک کے حالات میں جداگانہ باتیں ملتی ہیں۔ کوئی انہیں اجمیر کا داروغہ تو کوئی صوبے دار تو کوئی صرف امارت کے عہدے پر سرفراز جانتا ہے۔ حالانکہ خود ان کے نام کی نسبت حضرت میران سید حسین خنگ سوار میں میران صوفی کی علامت ہے تو خنگ سوار ان کے عہدہ امارت کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

مختصر یہ کہ سید حسین خنگ سوار کے مکمل حالات ابھی بھی پردہ خفا میں ہیں یہاں تک کہ ان کے شجرے تک کا صحیح علم خود ان کے مزار کے خادموں کو بھی نہیں ہے۔ جنہوں نے پانچ سو سے زیادہ سال بیت جانے کے بعد بھی چودہ پشتوں کا حوالہ دیا ہے۔ حاجی سید شاہد حسین ایم اے جو خدام میں سے ہیں سید صاحب کا شجرہ اس طرح بیان کرتے ہیں۔

''شجرہ طیبہ حضور سرکار میران سید حسین اصغر صاحب خنگ سوار نور اللہ مرقدہٗ''

۱۔ حضرت امام علی علیہ السلام ۲۔ حضرت امام حسین علیہ السلام
۳۔ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام ۴۔ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام
۵۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام ۶۔ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام
۷۔ حضرت امام علی رضا علیہ السلام ۸۔ حضرت امام محمد تقی علیہ السلام

۹۔حضرت سید ابوجعفر موسیٰ المبرقع ۱۰۔حضرت سید اکبر

۱۱۔حضرت سید ابوعلی ۱۲۔حضرت سید محمد الدعراجؒ

۱۳۔حضرت سید ابوعبداللہ (سید ابراہیم محدث) ۱۴۔شہید راہ خداغازی السلام ،حضرت میران سید حسین خنگ سوار نور اللہ مرقدہٗ۔''۱۰؎

یہاں بھی اس طرح نشاندہی ضروری ہے کہ اس شجرے سے منسوب نویں امام حضرت محمد تقی علیہ السلام کی شہادت ۲۲۰ھ میں بادشاہ وقت معتصم عباسی کے زہر دینے کی بنا پر ہوئی تھی۔ ۱۱؎ لہٰذا ۲۲۰ سالوں میں آٹھ بزرگوں کے نام ملتے ہیں۔ جبکہ ۵۹۷ھ تک ابھی تقریباً ۳۷۷ سالوں میں صرف پانچ کڑیوں کے بزرگوں کے نام دئے گئے ہیں ۔ اس کتاب کے علاوہ درگاہ میں لگے ایک فریم میں تیرہ بزرگوں کی شکل میں سید احمد نقیب کا ایک نام اور ملتا ہے ۔ گویا یہ شجرہ نامکمل ہے۔ حقیقت میں سید حسین خنگ سوار چوتھے امام زین العابدین علیہ السلام کی اولاد میں ہیں۔ جیسا کہ ایک قلمی شجرے سے ثابت ہوتا ہے۔ یہ شجرہ قصبہ سیتھل ضلع بریلی ۔ یو۔ پی کے سادات کا ہے۔ جو ہمایوں کے سال وفات ۱۵۵۶ء میں سید امان اللہ اور ان کے پوتے سید فیض اللہ نے بسایا تھا ۔ اس وقت سے آج تک شاید یہ دنیا کا تنہا شجرہ ہے جس میں شادی نکاح کی بناپرآنے جانے والی لڑکیوں کا احوال مع خاندان اور سکونت کے درج کیا گیا ہے۔ اس شجرے کے مطابق:

حضرت ہاشم

حضرت عبد المطلب

حضرت عبداللہ حضرت ابو طالب

حضرت محمد مصطفیٰؐ

حضرت فاطمہ زہرا (س) حضرت علی علیہ السلام

امام حسنؑ ۲۔ امام حسینؑ

۳۔ امام زین العابدینؑ

۴۔ زید الشہید

۵۔عیسیٰ مختفی الوتم الاشبال ۶۔سید محمد ۷۔ سید علی ۸۔سید حسین ۹۔ سید علی عراقی ۱۰۔سید حسن ۱۱۔سید علی زید الحربی۔۱۲۔سید زید ثانی، ۱۳۔ سید عمر نر۔ ۱۴۔سید زید ثالث۔۱۵۔ سید یحیٰ۔۱۶۔ سید حسین۔

۱۷۔سید داؤد۔ ۱۸۔سید ابو الفرح واسطی۔۱۹۔سید ابو الفضائل۔ ۲۰۔سید ابو الفتح۔ ۲۱۔سید جمال الدین۔ ۲۲۔سید ابراہیم۔ ۲۳۔سید حسین خنگ سوار عرف۔ میران صاحب فاتح تارہ گڑھ۔ ۲۴۔ سید احمد محدث۔ ۲۵۔سید حسن تارہ گڑھ۔ ۱۲؎

مندرجہ بالا شجرے کے مطابق سید حسین خنگ سوار حضرت علی علیہ السلام کی چودھویں پشت میں نہ ہوکر تیئیسیوں (۲۳ ویں) سلسلے میں آتے ہیں۔آج بھی آپ کی اولاد ہندوستان اور پاکستان کے دیگر مقامات کے علاوہ ضلع بریلی تحصیل نواب گنج کے قصبے سیتھل ، گاؤں جریلی، کھاتا، گریم ، برکھن اور ستوئیا وغیرہ میں ہزاروں کی تعداد میں پائی جاتی ہے۔

سید حسین کی پیدائش مشہد مقدس میں اس وقت ہوئی تھی جب آپ کے والدین مشہد کی زیارت کو گئے ہوئے تھے۔اسی بناپر آپ کو مشہدی بھی کہا جاتا ہے۔ ۱۳؎

افسوس کی بات یہ ہے کہ سید حسین خنگ سوار کے بارے میں اکثر تاریخیں خاموش ہیں۔ تاریخ فرشتہ میں فقط اتنا ملتا ہے۔

''از آنجا نیز متوجہ بلدہ اجمیر شدودہم ماہ محرم ۵۶۱ھ احدی وستین وخمسمائۃ سایہ وصول بر آن خطہ انداخت وسید السادات سید حسین مشہدی المشہور بہ جنگ سوار کہ شیعہ مذہب بود۔ بصلاح وتقوی آراستہ درسلک اولیاء اللہ انتظام داشت وسلطان قطب الدین ایبک او را داروغہ آن بلدہ ساختہ بودو قدوم شیخ را باعزاز واکرام تلقی فرمود۔ ۱۴؎

سید حسین کیلئے یہ بھی بڑے فخر کی بات تھی کہ آپ کی چچیری بہن کی شادی خواجہ صاحب کے ساتھ ہوئی تھی۔جس کی اجازت بھی خود آپ کے جد امجد حضرت رسول خداؐ نے عطا کی تھی۔فرشتہ کے مطابق۔

''وشرح آن چنین است کہ سید وجیہ الدین محمد مشہدی المشہور بہ خنگ سوار کہ عم سید حسین مشہدی داروغہ اجمیری بود دختری داشت درکمال حسن وعفت وچون بحد بلوغ رسیدہ بود میخواست کہ او را یکی از دود مان بزرگ درآورد ودر تعین آن متردد بود۔ ۱۵؎ اور سیر الاقطاب میں بھی۔'' میر سیدہ وجیہ الدین مشہدی دراجمیر حاکم بود۔دختری داشت۔'' ۱۶؎ تاریخ فرشتہ جلد دوم کے ترجمے میں آگے ملتا ہے کہ

''اس کی تلاش میں متردد تھے کہ ایک شب سید السادات نے حضرت امام جعفر صادقؑ کو خواب میں دیکھا کہ ان سے فرماتے ہیں۔'' اے فرزند وجیہ الدین حضرت رسالت پناہ کا یہ اشارہ

ہے کہ یہ لڑکی خواجہ معین الدین محمد چشتی کے جائز نکاح میں لا کر وہ اصلان درگاہ الٰہی اور محبانِ خاندان رسالت پناہی سے ہے۔ سید وجیہ الدین نے معین الدین محمد چشتی کو اس امر سے آگاہ کیا۔ خواجہ نے جواب دیا کہ میری عمر کا آفتاب لب بام ہے لیکن جو حضرت رسالت اور امام ہمام کا یہ اشارہ ہے مجھے اطاعت کے سوا کچھ چارہ نہیں اس کے بعد خواجہ نے اس گوہر درج عفت کو شریعت مصطفوی کے مطابق اپنی سلک ازدواج میں منسلک فرمایا اور آفرید گار عالم نے اس کے بطن سے دو فرزند کرامت فرمائے۔'' ۱۷

مندرجہ بالا عبارت سے ثابت ہے کہ خواجہ صاحب کی نسل خنگ سوار کی بھتیجی کی بدولت خدا ورسول کی مرضی سے چلی ہے۔ کیونکہ رسول خدا کا وجیہ الدین کو حکم دینا اسی بات کی دلیل ہے۔ بلکہ حیات پاک میں یہاں تک لکھا ہے۔ کہ

'' ایک رات سرور دوعالم نے خواب میں تشریف لا کر فرمایا۔ اے معین الدین تو میری کوئی سنت ترک نہ کرنا۔ میں چاہتا ہوں کہ تو نکاح کر اس وقت آپ کی عمر ستر سال کی تھی ادھر وجیہ الدین کو حضور کا یہ پیغام سیدنا امام کی دختر جن کا اسم گرامی بی بی عصمت تھا سے ہوا۔'' ۱۸

سیر الاقطاب سے بھی اس بات کی تصدیق ہوتی ہے۔ ''پس عقد نکاح بستند وبی بی عصمت را کہ وی عمہ میر سید حسین خنگ سوار است بخانہ آوردند۔'' ۱۹

سید حسین خنگ سوار کے لئے یہ بھی ایک بڑا اعزاز ہوا کہ خواجہ صاحب ان کے بہنوئی ہیں۔ بہت کم صوفی ایسے ہوئے ہیں جن کے پاس دنیوی اعزاز بھی رہے ہوں کیونکہ اکثر صوفیا کرام بادشاہوں سے ملاقات کرنا بھی اپنے ضمیر کے خلاف سمجھتے تھے۔ مشہور صوفی نظام الدین اولیاء نے علاؤالدین خلجی کے دباؤ کے باوجود اس سے کہلوادیا تھا کہ اگر وہ ایک دروازے سے برائے ملاقات آئے گا تو میں دوسرے دروازے سے باہر نکل جاؤں گا۔ اس کے برعکس صوفیوں کا ایک دوسرا طبقہ یہ سمجھتا تھا کہ دینی ہوا وہوس سے بچ کر اگر کسی عہدے کو قبول کرلیا جائے تو اس طرح عوام کو زیادہ فیض پہنچایا جاسکتا ہے۔ جیسا کہ خود حضرت نظام الدین کے مرید خاص وخلیفہ امیر خسرو کا کردار رہا ہے وہ اپنے زمانے کے تقریباً سبھی بادشاہوں کے قریب رہے۔

سید حسین خنگ سوار بھی اسی اصول پر چلنے والے تھے لہٰذا جب انہیں اجمیر کی امارت ملی تو انہوں نے اسے قبول کرلیا جیسا کہ فرشتہ کا قول نقل کیا جاچکا ہے۔ اس کے علاوہ شیخ محمد اکرام آب

کوثر میں رقم طراز ہیں۔

''خواجہ بزرگ کے معاصرین میں سے ہم سید حسین خنگ سوار کا ذکر کر چکے ہیں۔ وہ سلطان محمد غوری کی فوج کے ساتھ ہندوستان تشریف لائے اور یہیں بس گئے ۔غوری کے چلے جانے کے بعد قطب الدین نے خود پہلے کہرام اور پھر دہلی میں قیام کیا اور اجمیر میں خنگ سوار کو داروغہ مقرر کیا جو شیعہ مذہب کے تھے۔۲۰اس بات کی تائید بابو جوالا سہائے نے بھی کی ہے۔

'' تھوڑے دنوں میں جب شہاب الدین غوری نے اپنے کلام قطب الدین ایبک کو دہلی کی حکومت بخشی تب اس طرف سے ۵۹۱ھ میں سید حسین اجمیر کا قلعہ دار ہوا۔ ۵۹۷ھ میں سید حسین راجپوتوں کے ہاتھوں سے شبخون میں قتل ہوا کہ مزار اس کا بنام درگاہ میرانصاحب تارہ گڑھ میں ہے۔''۲۱

جوالا سہائے نے نقشہ جاگیرات ضلع اجمیر میں اس مزار کی جاگیر کا حوالہ اس طرح دیا ہے۔

ا۔قسم جاگیر۔	نام جاگیر۔	تعداد دیہات۔	اوسط آمدنی
۲۔مکانات مذہبی۔	درگاہ میران صاحب	۳ (سہ)	چار ہزار تین سوسترہ روپیہ

ایس ۔ اے ۔ آئی ترمذی نے بھی اپنی کتاب " Ajmer through Inscriptions When the latter was troubled by the chauhans Qutbuddin Aibak decided on direet annexation" He appointed Sayyed Husain Khing Savaras Darogha of Ajmer" 22 میں بھی داروغہ ہونا ہی مانا ہے۔

درگاہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی سے شائع حیات پاک ایک نظر میں ،صوبہ دار کی بات کہی گئی ہے۔

''شہاب الدین غوری نے اپنے غلام قطب الدین ایبک کو اپنا نائب اور ہندوستان کا والی مقرر کیا اور اجمیر میں پہنچ کر رائے پتھورا کے بیٹے کو اپنا مطیع وباج گزار بنا کر یہاں کی حکومت تفویض کی اور حضرت میراں حسین مشہدی جو خنگ سوار کے لقب سے مشہور ہیں کو شہر اجمیر کا صوبیدار مقرر کیا۔ ۲۳

یہ بات بھی سچ ہے کہ جن کی نظر میں دنیا کچھ نہیں ہے وہ بڑے سے عہدے پر رہ کر بھی فقیروں جیسی زندگی گزارتے ہوئے یاد خدا میں محو رہتے ہیں۔ وہ خدا کے بندوں کی خدمت کرنا ہی اپنا فرض سمجھتے ہیں۔ اس امتحان میں کامیاب ہونے پر خدا کی جانب سے انہیں وہ کرامات عطا ہوجاتی

ہیں جن کے ذریعے وہ شہادت کے بعد بھی مخلوق خدا کی مرادیں اور حاجتیں پوری کرنے کی طاقت رکھتے ہیں۔ کلام پاک میں اسی لئے شہیدوں کو زندہ بتایا گیا ہے اور وہ اللہ کی طرف سے رزق بھی پاتے ہیں۔

انسان کی یہ بھی فطرت ہے کہ عوام مخلوق خدا جن لوگوں سے ان کے اعلیٰ کردار کی بنا پر محبت کرنے لگتی ہے دوسرے امراو وزرا ان سے حسد اور کینہ رکھتے ہیں ۔ اکثر بادشاہ تو صوفیوں کے مرید نظر آتے ہیں تو کچھ ان کی جان کے دشمن بھی ہوئے ہیں۔ جلال الدین تغلق ، نظام الدین اولیاء کو شہید کرنے کے ارادے سے بڑھ ہی رہا تھا کہ خود اپنے داماد نما بھتیجے کے ہاتھوں قتل ہوگیا۔ یہی وجہ ہے کہ خنگ سوار بھی شہادت کے درجے پر فائز ہوئے۔ انہیں ۵۹۷ھ میں شب خون ماکر ایک گروہ نے شہید کردیا۔ تارہ گڑھ میں انہیں دفن کردیا گیا۔ لیکن ان کے مزار پر آج بھی مانگنے والے عقیدت مندوں کا اژدہام لگا رہتا ہے۔ اور ہر مذہب کے سائلوں کی مرادیں پوری ہوتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ شاہان ہند شیر شاہ سوری، جلال الدین محمد اکبر، نور الدین جہانگیر وغیرہ نے اس درگاہ پر حاضری دی ہے۔ شیر شاہ کے بارے میں تاریخ داؤدی کے حوالے سے مندرجہ ذیل عبارت ملتی ہے۔

''جب شیر شاہ سوری مارواڑ کے راجہ مال دیو کو ہرانے کے بعد اجمیر پہنچے تو انہوں نے بڑی عقیدت اور احترام سے حضرت میراں خنگ سوار کی زیارت کی اور تارہ گڑھ قلعے پر پانی کی کمی محسوس کرکے چشمۂ حافظ جمال سے تارہ گڑھ پر پانی پہنچانے کی کوشش کی۔ ۲۴

شیر شاہ کے بعد اکبر بادشاہ کے تارہ گڑھ پہنچنے کا حال تاریخ فرشتہ میں بھی ملتا ہے۔

جلال الدین محمد اکبر .... در ایام پادشاہی خود چنانکہ گذشت در اکثر سنوات پیادہ بہ اجمیر رفت وزیارت او وسید حسین مشہدی المشہور بخنگ سوار دریافت۔'' ۲۵

عبد القادر بدایونی نے بھی اکبر کی حاضری کا حال اس طرح لکھا ہے۔

'' ۱۶/ ربیع الاول ۹۸۰ھ میں میر سید حسین خنگ سوار کی زیارت کے لئے پہاڑ پر تشریف لے گئے میر موصوف کی شان میں یہ شعر مشہور ہے۔

شکر اللہ بدل طاقت انوار جلی   از حسینؓ ابن علیؓ ابن حسینؓ ابن علیؓ ۲۶

اکبر نے تارہ گڑھ کی زیارت کرنے کے بعد ۹۷۶ھ/ ۱۵۷۰ء میں اسماعیل قلی خاں کی نگرانی میں ایک نہایت خوبصورت اور مضبوط دروازہ بنوایا جس کے مشرقی حصے میں سفید سنگ مرمر

کے پتھروں پر سورہ یٰسین کندہ ہے اور دروازے کی محرابوں پر آیت الکرسی۔ اس زمانہ کی روایت کے مطابق ایک قطعہ تاریخ برائے تعمیر بلند دروازہ بھی درج ہے۔

بعہد بادشاہ آسمان قدر — پناہ ملک وملت ظل یزدان
جلال الدین محمد اکبر آن شاہ — کہ دارد در نگین ملک سلیمان
بدین درگہ کہ ہمچو کعبہ آمد — سوادش عین نور ونور ایمان
بنا فرمود این دیوان عالی — کریم الذات اسمٰعیل قلی خان
زکاخ دلکشا تاریخ اتمام — اگر خواہد کسی می باید آسان

''کاخ دلکشا'' سے ۹۷۶ اعداد نکلتے ہیں جو اس بلند دروازے کی تعمیر کی تاریخ ہے۔

۱۰۳۳ھ میں جہانگیر شاہ تارہ گڑھ میں حاضری دینے آیا۔ نور جہاں بھی اس کے ساتھ تھی جسے سید صاحب سے ایک خاص لگاؤ اور محبت تھی۔ ان دونوں نے یہاں بارہ دری اور چشمے بنوائے۔ اسی زمانے میں جہانگیر کے بنائے گئے صوبیدار اعتبار خان نے اپنی مراد بر آنے کے سلسلے میں ایک خوبصورت جالی دار ریلنگ بنوائی تھی۔ جس پر ایک نظم کندہ ہے۔ اس نظم کا آخری شعر اس طرح ہے۔

در روضہ مقدس سید حسین کرد — این پنجرہ ز صدق وصفا اعتبار خان

شاہ جہاں نے بھی وہل داس وزیر مالیات کے ذریعے اس درگاہ کی مرمت کا کام کروایا تھا۔

جیسا کہ پہلے بھی درج کیا جاچکا ہے کہ اسی درگاہ پر ہر مذہب کے لوگوں کی مرادیں پوری ہوتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں سے زیادہ یہاں اہل ہنود کا اژدہام رہتا ہے۔ لہٰذا مسلمان بادشاہوں کی طرح ہندو راجاؤں اور ان کی رانیوں نے بھی یہاں حاضری دی ہے جن میں مہارانی بیجابائی نے تو دلی مراد پوری ہونے پر ۱۲۲۵ھ میں ایک پائنتی کا دالان تعمیر کروا کے ایک کتبہ بھی لگوایا تھا جس کے آخری مصرعہ ''از روضہ سلطان دین'' سے ۱۲۲۵ھ برآمد ہوتی ہے۔

مہاراجہ گمان جی راؤ سندھیا نے بھی درگاہ کے پہلو کا دالان مغلئی صنعت کے زیر اثر نہایت دلکش اور جاذب نظر بنوا کر اس پر ایک کتبہ سنگ مرمر پر اُبھار کر لکھوایا تھا۔ یہ کام دو سالوں میں مکمل ہوا تھا گویا ۱۲۲۷ھ سے ۱۲۲۹ھ تک اس کی تعمیر کا کام چلا، جیسا کہ اس کتبہ نما سنگ مرمر پر یہ قطعہ تاریخ درج ہے۔

معدن نور منبع اسرار — ہست درگاہ شاہ خنگ سوار
ساخت دالان کہ ہست ''رشک بہشت'' — راؤ گمان جی سندھیا بوقار

اس قطعے میں ''رشک بہشت'' سے ۱۲۲۷ھ برآمد ہوتی ہے۔ تو دوسرے قطعے کے آخری مصرعہ ''احاطق تا قیامت باد قایم'' سے ۱۲۲۹ھ برآمد ہوتی ہے۔

گمان جی راؤ چون کرد بنائی مکان پر فضا برکوہ محکم

پی تاریخ ختمش گفت ہاتف احاطق تا قیامت باد قائم''

۱۸۰۳ء سے ۱۸۰۸ء تک جب بالاراؤ اجمیر کے صوبیدار رہے تو انہیں خود سید حسین نے بشارت دی تھی کہ ''تو بھی اس درگاہ پر کچھ تعمیر کا کام کر'' تو اس نے سرہانے کا دالان ۱۸۰۷ء/ ۱۲۲۲ھ میں بنوانا شروع کیا جوایک سال میں مکمل ہوا اس تعمیر کی بھی تاریخ کا کتبہ موجود ہے۔

از بشارت سید الشہد احسین خنگ سوار کرددالان راؤ بالاا ینگلہ پیش مزار

یک ہزار و دوصد افزون کن ازین بیست ودو سال ہجری ہم خانۂ بیت العدن آمد شمار

مندرجہ بالا قطعہ تاریخ کے تیسرے مصرع میں صوری تاریخ ۱۲۲۲ھ تو چوتھے مصرع سے معنوی تاریخ ۱۲۲۳ھ موزوں ہوتی ہے۔

مہاراجہ دولت راؤ سندھیا گوالیر اور مہاراجہ رتن سنگھ وغیرہ نے بھی اس درگاہ پر منہ مانگی مرادیں پائی ہیں۔

مختصراً کہا جاسکتا ہے کہ تارہ گڑھ پر سید حسین خنگ سوار کا مزار راجستھان میں کسی صوفی کا پہلا مزار ہی نہیں بلکہ اس صوبے میں ہندو مسلم بھائی چارہ آپسی محبت اور یگانگت کا مرکز ہے جس پر اہل راجستھان فخر کرتے ہیں۔ یہ ہمارے ملک ہندوستان کی تمام روایتوں کا پاسبان اور دردمندلوں کا سہارا ہے۔

مآخذ:

۱۔ اپنشد اور اسلام (کتابچہ) از پروفیسر وید پرکاش اپادھیائے شعبہ سنسکرت دانشگاہ پنجاب چنڈی گڑھ ص ۔۷

۲۔ فیروز اللغات از مولوی فیروز الدین ص ۴۰۰ حصہ اوّل

۳۔ احمد اصغر قلم نمبر سہ ماہی لمحے لمحے بدایون ایڈیٹر خان فہیم ص ۱۸۲

۴۔ آب کوثر از شیخ محمد اکرام ادارہ ثقافت اسلامیہ کلب روڈ لاہور ص ۲۷ آٹھویں بار

۵۔ تاریخ اچہ مرتبہ مولوی محمد حفیظ الرحمٰن بھاولپوری ص ۴

۶۔ وقایع راجپوتانہ حصہ اوّل از بابو جوالہ سہائے عدالتی ریاست بھرتپور مطبوعہ مفید عام آگرہ ص۔ ۱۸۸۔۱۸۹

۷۔ سیر الاولیاء از محمد مبارک علوی مطبع محبّ ہند دہلی ۱۳۰۲ھ ص ۲۰۲

۸۔ سیر الاقطاب الہدایہ الچشتی العثمانی نول کشور جنوری ۱۹۱۳ ص ۱۲۴

۹۔ ایضاً ص ۱۲۵

۱۰۔ شعاع خنگ سوار از حاجی سید شاہد حسین جنوری ۲۰۰۴۔ ص ۱۰

۱۱۔ تاریخ الخمیس از حسین دیار بکری مطبوعہ معرج ص ۳۲۰

۱۲۔ مخطوطہ شجرہ سادات سیتھل ضلع بریلی قلم لائبریری سیتھل۔ ص ۵

۱۳۔ شہر قلم تاریخ سیتھل از شاہین رضا زیدی قلم لائبریری سیتھل ص ۵۰

۱۴۔ تاریخ فرشتہ از ابو القاسم فرشتہ مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ج ۲ ص ۳۷۷

۱۵۔ ایضاً ص ۳۷۷

۱۶۔ سیر الاقطاب مذکور ص ۱۳۴

۱۷۔ تاریخ فرشتہ از ابو القاسم فرشتہ اردو ترجمہ نول الکشور ج ۲ ص ۵۷۳، ۵۷۴

۱۸۔ حیات پاک از کمیٹی درگاہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی۔ ص ۱۰

۱۹۔ سیر الاقطاب مذکور۔ ص ۱۳۵

۲۰۔ آب کوثر از شیخ محمد اکرم ادارہ ثقافت اسلامیہ لمب روڈ لاہور ص ۲۰۹ آٹھویں بار

۲۱۔ وقایع راجپوتانہ از بابو جوالا سہائے عدالتی ریاست بھرتپور مطبوعہ مفید عام آگرہ ۱۸۷۸ء ص ۱۹۲

۲۲۔ Ajmer Taough Inseriptions by S.I.A. Trmizi (1532,1852)page-1 Studies Indian Institute of Islamic

۲۳۔ حیات پاک ایک نظر میں مذکور ص ۲۰

۲۴۔ ایضاً ص ۳۱

۲۵۔ تاریخ فرشتہ مذکور۔ ص ۳۷۷

۲۶۔ منتخب التواریخ از عبد القادر بدایونی ترجمہ اردو نولکشور پریس لکھنؤ ج ۲ ص ۱۰۹

☆